اسلامی بنکاری میں رائج خیراتی فنڈ کا تحقیقی مطالعہ

CRITICAL STUDY OF CHARITY FUND IN ISLAMIC BANKING

مزمل حسنین*، ڈاکٹر سعید الرحمٰن**

Abstract:
Islamic teachings encourage Muslims to provide loans to a needy person. The Qur'an and the Sunnah have prohibited the lender from charging the borrower any additional amount. It is suggested by Islamic banks that the client, when entering into a Murabahah transaction, should undertake that in case he defaults in payment at the due date, he will pay a specified amount to a charitable fund maintained by the bank. It must be ensured that no part of this amount shall form part of the income of the bank. However, the bank may establish a charitable fund for this purpose and all amounts credited therein shall be exclusively used for purely charitable purpose approved by the Shariah. The bank may also advance interest-free loans to the needy persons from this charitable fund. It is explicitly stated that there is no concept of penalty in Islam in financial arrangements/ commitments but as per the need in Islamic financial sector it is mandatory to fix a certain penalty to discourage the malpractices of delay in payments or willful defaults by the clients. The real solution to this problem is to develop a system where the defaulters are duly punished by depriving them from enjoying a financial facility in future.

Keywords: Charity Fund, Penalty, Payment, Defaulter, Murabahah.

اسلامی بینکوں میں صارفین زیادہ تر ادھار پر مرابحہ کرتے ہیں جس کی ادائیگی قسطوں میں ہوتی ہے یا مدت کے اختتام پر یکمشت ہوتی ہے۔ مرابحہ کا عقد مکمل ہونے پر سامان صارف کی ملکیت میں چلا جاتا ہے اور اس کی قیمت صارف پر قرض ہوتی ہے۔ قرض کے حوالہ سے عدم ادائیگی اور ادائیگی میں تاخیر کے خطرات پیدا ہوتے ہیں۔

روایتی سودی نظام میں اس کو روکنے کے لئے یا اس کی حوصلہ شکنی کرنے کے لئے ایک طریقہ موجود ہے جس کے مطابق عدم ادائیگی کی صورت میں واجب الادا رقم خود بخود بڑھتی رہتی ہے اور سودی بینکوں کی سودی آمدن میں اضافہ جاری رہتا ہے۔ لیکن چونکہ اسلامی بینک ایسا کوئی چارج نہیں لگا سکتے انہیں اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ گاہکوں میں معیاری لین دین کا ایک نظم قائم کرنے کے لئے ان پر بطور صدقہ کچھ رقم ادا کرنا لازم قرار

* پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان
** سابق چیئرمین، شعبہ علوم اسلامیہ، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

دیں جو بینکوں کی آمدن کا حصہ نہ بنیں اور بطور خیرات شریعہ بورڈ کی نگرانی میں خرچ کئے جائیں۔ کیونکہ اگر ایسا نہ کیا جائے تو شریعہ بورڈ کے ارکان کے خیال میں بد دیانت لوگ غلط فائدہ اٹھائیں گے اور ادائیگی کی اہلیت ہونے کے باوجود رقم بر وقت ادا نہ کریں گے۔ لہٰذا اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لئے اسلامی بینکوں میں خیراتی فنڈ قائم کیا گیا ہے۔

چنانچہ اس خیراتی فنڈ کے حوالے سے مفتی محمد تقی عثمانی "اسلام اور جدید معیشت و تجارت" میں لکھتے ہیں:

> "سودی نظام میں تو ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں خود بخود سود بڑھتا رہتا ہے، جس کے ڈر سے مدیون دَین بر وقت ادا کر دیتا ہے، مگر مشارکہ، مضاربہ یا مرابحہ میں یہ صورت نہیں ہوتی، اس لئے لوگ غلط فائدہ اٹھا کر ادائیگی میں تاخیر کرتے ہیں۔ اس کے سدّ باب کا کیا طریقہ ہو؟ یہ مسئلہ علمائے معاصرین میں موضوع بحث بنا ہوا ہے۔"[1]

معترضین اسلامی بینکاری نے اس خیراتی فنڈ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ:

> "اسلامی چھتری کے سائے میں کام کرنے والے بینکوں کو چاہئے کہ وہ اسلامی اقدار کی پاسداری کرتے ہوئے اپنے تنگدست مدیون کے حق میں "فنظرۃ الی میسرۃ" کی پالیسی اختیار کریں اور روایتی بینکوں کے طرز عمل کی تقلید کرتے ہوئے اپنے گاہکوں پر اجباری تصدق کا مالی بوجھ نہ ڈالیں، اس لئے کہ جو تنگدست اور مجبور مسلمان اپنے فرض اور قرض ادا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا اس سے آپ نفلی صدقہ کروائیں تو یہ عجیب ترین بات ہو گی، بلکہ ایسا التزام کروانے سے اس مجبور مدیون کی مالی حالت مزید ابتر اور قابل رحم ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے فقہاء کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ ضرورت مند انسان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نفلی صدقہ کرے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ گناہ گار ہو گا۔"[2]

طرفین کے دلائل کا جائزہ لینے سے پہلے قرض اور قرض کی عدم ادائیگی اور تاخیر سے ادائیگی کے حوالہ سے شریعت مقدسہ کے احکامات کا اختصار سے مطالعہ کیا جانا ضروری ہے۔

'القرض' عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا معنی ہے: کاٹنا۔ کسی جگہ سے گزر کر جانے کو بھی 'قرض' کہتے ہیں، جیسا کہ اس کو قطع کہتے ہیں۔

> " القرض ضرب من القطع وسمی قطع المکان وتجاوزہ قرضا کما سمی قطعا"[3]

(قرض کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ صاحبِ مال اپنے مال کا ایک حصہ کاٹ کر مقروض کو دے دیتا

ہے۔)

شرعی اصطلاح میں قرض کا مفہوم یہ ہے کہ کسی کو مال اس شرط پر دینا کہ وہ بعینہ واپس کردے۔امام ابن حزمؒ(متوفی ۴۵۶ھ)کے مطابق:

" هو ان تعطى انساناً شيأًبعينه من مالك تدفعه اليه ليرد عليك مثله؛ اما حالاً فى ذمته، و اما الى اجلٍ مسمّىً"[4]

(قرض یہ ہے کہ تو کوئی چیز اپنے مال میں سے بعینہ کسی کو اس شرط پر دے، کہ وہ اس کی مثل ابھی تجھے ادا کردے یا ایک مقررہ مدت کو۔)

قرض کی عدم ادائیگی یا ادائیگی میں تاخیری حربوں کے حوالہ سے شریعتِ اسلامیہ سے جو رہنمائی ملتی ہے اس کا اختصار سے ذکر کیا جاتا ہے۔

اگرادائیگی میں تاخیر مدیون کے نادار ہونے کی وجہ سے ہو تو اس کا حکم قرآن پاک نے بیان کردیا ہے:۔

"وَاِنْ كَانَ ذُوْ عُسْرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيْسَرَةٍ وَاَنْ تَصَدَّقُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ"[5]

(اور اگر مقروض تنگ دست ہو تو فراخی حاصل ہونے تک اسے مہلت دو اور اگر تم صدقہ ہی کردو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔)

اس سے معلوم ہوا کہ اگر قرض دار واقعی مفلس اور تنگ دست ہو اور قرض ادا کرنے پر قادر نہ ہو تو اس کو مہلت دینی چاہیے یہاں تک کہ وہ ادائے قرض پر قادر ہو جائے، اور اگر وہ بہت ہی مفلس ہو تو اس کا قرض معاف کردیا جائے۔

اگر وہ قرض دار استطاعت کے باوجود قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول سے کام لے رہا ہے تو شریعتِ اسلامیہ نے ایسے شخص کے بارے میں سختی کرنے کی اجازت دی ہے، فرمانِ نبوی ہے:

" عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مَطْلُ الْغَنِيِّ ظُلْمٌ، وَمَنْ أُتْبِعَ عَلَى مَلِيٍّ فَلْيَتَّبِعْ"[6]

(حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مالدار کی طرف سے (قرض ادا کرنے میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے۔ اور اگر کسی کا قرض کسی مالدار کے حوالہ کیا جائے تو وہ اسے قبول کرے۔)

اس حدیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ ایک شخص مالدار ہونے کے باوجود بروقت قرض واپس ادا نہیں کرتا تو وہ ظالم ہے اور ظالم سے اپنا حق وصول کرنے کے لئے کوئی بھی مناسب اور مشروع تدبیر اختیار کی جاسکتی ہے۔

اسلامی شریعت میں قرض کی ادائیگی میں تاخیر اور قرض کے ادا نہ کرنے کی صورت میں کئی ایسے اقدامات ہیں جو قرض دار کو بر وقت ادائیگی پر مجبور کرنے یا کم از کم اس کی طرف مائل کرنے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ذیل میں ان اقدامات کا مختصراً ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔قرض کی واپسی میں لیت و لعل کرنے سے مقروض اپنی عزت کی حرمت کھو دیتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ کا ارشادِ مبارک ہے:

"وَيُذْكَرُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيُّ الْوَاجِدِ يُحِلُّ عُقُوبَتَهُ وَعِرْضَهُ، قَالَ سُفْيَانُ: عِرْضُهُ يَقُولُ مَطَلْتَنِي وَعُقُوبَتُهُ الْحَبْسُ"[7]

(اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ (قرض کے ادا کرنے پر) قدرت رکھنے کے باوجود ٹال مٹول کرنا، اس کی سزا اور اس کی عزت کو حلال کر دیتا ہے۔ سفیان نے کہا کہ عزت کو حلال کرنا یہ ہے کہ قرض خواہ کہے تم صرف ٹال مٹول کر رہے ہو اور اس کی سزا قید کرنا ہے۔)

درج بالا حدیث مبارکہ کی روشنی میں یہ بات بھی درست معلوم ہوتی ہے کہ تونگری کے باوجود قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے والے کی تشہیر جدید ذرائع ابلاغ کے ذریعے بھی کی جائے، یوں قوی امکان ہے کہ وہ قرض کی واپسی پر آمادہ ہو جائے۔

مذکورہ بالا حدیث میں دولت مند ہونے کے باوجود قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے والے شخص کو قید میں ڈالنے کا جواز بھی ملتا ہے۔ چنانچہ حافظ ابنِ حجر العسقلانیؒ (متوفی ۸۵۲ھ) اس حدیث مبارکہ کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

"وَاسْتُدِلَّ بِهِ عَلَى مَشْرُوعِيَّةِ حَبْسِ الْمَدِينِ إِذَا كَانَ قَادِرًا عَلَى الْوَفَاءِ تَأْدِيبًا لَهُ وَتَشْدِيدًا عَلَيْهِ"[8]

(اس حدیث سے ادائیگی کی قدرت رکھنے والے مقروض کو تادیب اور اس پر سختی کرنے کی غرض سے قید کرنے کی مشروعیت پر استدلال کیا گیا ہے۔)

۲۔قرض خواہ کو اگر یہ خطرہ ہو کہ مقروض کے سفر کی صورت میں اس کا قرض واپس ملنا مشکل ہے تو وہ اس کا سفر رکوا بھی سکتا ہے۔ چنانچہ 'المغنی' میں امام ابن قدامہ (متوفی ۶۲۰ھ) تحریر فرماتے ہیں:

"وَجُمْلَتُهُ ذَلِكَ أَنَّ مَنْ عَلَيْهِ دَيْنٌ إذَا أَرَادَ السَّفَرَ ، وَأَرَادَ غَرِيمُهُ مَنْعَهُ ، نَظَرْنَا ؛ فَإِنْ كَانَ مَحَلُّ الدَّيْنِ قَبْلَ مَحَلِّ قُدُومِهِ مِنْ السَّفَرِ ، مِثْلُ أَنْ يَكُونَ سَفَرُهُ إلَى الْحَجِّ لَا يَقْدَمُ إلَّا فِي صَفَرٍ ، وَدَيْنُهُ يَحِلُّ فِي الْمُحَرَّمِ أَوْ ذِي الْحِجَّةِ ، فَلَهُ مَنْعُهُ مِنْ السَّفَرِ ؛ لِأَنَّ عَلَيْهِ ضَرَرًا فِي تَأْخِيرِ حَقِّهِ عَنْ مَحَلِّهِ .فَإِنْ أَقَامَ ضَمِينًا مَلِيئًا ، أَوْ دَفَعَ رَهْنًا يَفِي بِالدَّيْنِ عِنْدَ الْمَحَلِّ ، فَلَهُ السَّفَرُ ؛ لِأَنَّ الضَّرَرَ يَزُولُ بِذَلِكَ .وَأَمَّا إنْ كَانَ الدَّيْنُ لَا يَحِلُّ إلَّا بَعْدَ

مَحَلِّ السَّفَرِ ، مِثْل أَنْ يَكُونَ مَحَلُّهُ فِي رَبِيعٍ ، وَقُدُومُهُ فِي صَفَرٍ ، نَظَرْنَا ؛ فَإِنْ كَانَ سَفَرُهُ إلَى الْجِهَادِ ، فَلَهُ مَنْعُهُ إلَّا بِضَمِينٍ أَوْ رَهْنٍ ؛ لِأَنَّهُ سَفَرٌ يَتَعَرَّضُ فِيهِ لِلشَّهَادَةِ ، وَذَهَابِ النَّفْسِ ، فَلَا يَأْمَنُ فَوَاتَ الْحَقِّ .وَإِنْ كَانَ السَّفَرُ لِغَيْرِ الْجِهَادِ فَظَاهِرُ كَلَامِ الْخِرَقِيِّ أَنَّهُ لَيْسَ لَهُ مَنْعُهُ ، وَهُوَ إحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ عَنْ أَحْمَدَ لِأَنَّ هَذَا السَّفَرَ لَيْسَ بِأَمَارَةٍ عَلَى مَنْعِ الْحَقِّ فِي مَحَلِّهِ ، فَلَمْ يَمْلِكْ مَنْعَهُ مِنْهُ ، كَالسَّفَرِ الْقَصِيرِ ، وَكَالسَّعْيِ إلَى الْجُمُعَةِ"[9]

عبارتِ بالا کا اردو میں خلاصہ یہ ہے:

(اگر قرض کی واپسی کا وقت سفر سے پلٹنے سے پہلے کا ہے، جیسے کہ وہ حج کے لئے جا رہا ہو اور واپسی ماہ صفر میں ہو اور ادائیگی کا وعدہ محرم یا ذوالحجہ ہو، تو وہ مقروض کو سفر پر جانے سے روکنے کا حق رکھتا ہے، کیونکہ اس سفر سے ادائیگی میں تاخیر کی بنا پر اس کو ضرر لاحق ہو گا۔ اگر مقروض دولت مند ضامن مہیا کر دے یا قرض کے برابر رقم والی چیز بطور رہن رکھ دے، تو اس کو سفر کرنے کا حق ہو گا، کیونکہ اس طرح متوقع ضرر کا ازالہ ہو جاتا ہے۔ اگر ادائیگی کا وعدہ اس کی سفر سے واپسی کے بعد کا ہو، جیسے کہ اس کی ادائیگی کا وعدہ ماہ ربیع کا ہو اور اس کا سفر سے پلٹنا ماہِ صفر میں ہو تو دیکھا جائے گا کہ اگر سفر جہاد کے لئے ہو تو اس کو سفر سے منع کرنے کا حق ہو گا، کیونکہ اس سفر میں اس کی شہادت اور جان کے ختم ہونے کی بنا پر اس کے حق کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، ہاں ضامن یا رہن مہیا کرنے کی صورت میں سفر کی اجازت ہو گی۔ اگر سفر جہاد کی غرض سے نہ ہو تو الخرقی[10] (متوفی ۳۳۴ھ) کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو سفر سے روکنے کا حق نہ ہو گا، اور یہی احمد سے ایک روایت ہے، کیونکہ اس سفر میں اس کی حق تلفی کی کوئی علامت نہیں، اسی لیے اس کو منع کرنے کا حق بھی نہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے کہ تھوڑی مسافت کا سفر ہو یا جمعہ کے لیے جانا ہو۔)

۳۔ اسلامی عدالت مقروض کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک سکتی ہے، اس کو فقہی اصطلاح میں "الحجر" کہتے ہیں۔

"الحجر ھو فی الشریعۃ الاسلامیۃ منع الانسان من التصرّف فی مالہ"[11]

(شریعت اسلامیہ میں کسی انسان کو اپنے مال میں تصرف سے روکنے کا نام الحجر ہے۔)

چنانچہ امام حاکمؒ نے المستدرک میں روایت نقل کی ہے:

"أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَرَ عَلَى مُعَاذٍ مَالَهُ وَبَاعَهُ بِدَيْنٍ كَانَ عَلَيْهِ"[12]

(بلا شبہ رسول اللہؐ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روک دیا تھا

اور ان کے ذمے قرض کی ادائیگی کے لئے اس کو فروخت کر دیا تھا۔)

۴۔ایسا مقروض جو جان بوجھ کر قرض واپسی میں ٹال مٹول کر رہا ہے اگر اپنا مال بطور صدقہ دے تو وہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔امام بخاریؒ تحریر فرماتے ہیں:

"وَمَنْ تَصَدَّقَ وَہُوَ مُحْتَاجٌ ، أَوْ أَہْلُہُ مُحْتَاجٌ ، أَوْ عَلَيْہِ دَيْنٌ ، فَالدَّيْنُ أَحَقُّ أَنْ يُقْضَى مِنَ الصَّدَقَةِ وَالْعِتْقِ وَالْہِبَةِ ، وَہُوَ رَدٌّ عَلَيْہِ ، لَيْسَ لَہُ أَنْ يُتْلِفَ أَمْوَالَ النَّاسِ . قَالَ النَّبِيُّ - صلى الله عليہ وسلم - مَنْ أَخَذَ أَمْوَالَ النَّاسِ يُرِيدُ إِتْلاَفَہَا أَتْلَفَہُ اللَّہُ"[13]

(اور جو شخص صدقہ کر کے خود محتاج ہو جائے، یا اس کے بال بچے محتاج ہوں، یا اس کے ذمہ قرض ہو، تو قرض کی واپسی، صدقہ، (غلام) آزاد کرنے اور ہبہ پر مقدم ہو گی اور وہ اس کو لوٹا دیا جائے گا، اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ (صدقہ وغیرہ کر کے قرض کی عدم ادائیگی سے) لوگوں کے مالوں کو ضائع کرے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: جو لوگوں کے مال برباد کرنے کی غرض سے لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو برباد کر دیتے ہیں۔)

درج بالا حدیث مبارکہ سے یہ بات ثابت ہوئی کہ مقروض شخص کو صدقات دینے کی بجائے قرض کی واپسی کی فکر کرنی چاہیے۔احادیث مبارکہ میں قرض کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے کی شناعت واضح ہو گئی ہے۔اب اگر کوئی شخص اسلامی بنک سے معاملہ کرتا ہے اور بر وقت رقم جمع نہیں کرواتا تو بنک اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتا ہے؟ فریقین کے دلائل کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

اسلامی بینکاری کے مؤیدین میں سے مفتی تقی عثمانی نے اس حوالہ سے تحریر فرمایا ہے۔

"مرابحہ یا اجارہ کے معاہدے (Agreement) میں مدیون یہ بات بھی لکھے کہ اگر میں نے ادائیگی میں تاخیر کی تو اتنی رقم کسی خیراتی کام میں خرچ کروں گا۔ یہ رقم دین کے تناسب سے بھی طے کی جاسکتی ہے۔ایسی رقم سے ایک خیراتی فنڈ بھی قائم کیا جاسکتا ہے۔اس فنڈ سے کسی کی امداد بھی کی جاسکتی ہے اور اس سے لوگوں کو بلا سود قرض بھی دیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ رقم بینک کی آمدنی میں شامل نہیں ہو گی۔ یہ طریقہ زیادہ مفید اس لئے ہے کہ اس طریقے میں رقم کی شرح متعین نہیں، زیادہ سے زیادہ بھی رکھی جاسکتی ہے، اس سے مدیون پر دباؤ ہو گا۔"[14]

لیکن مروجہ اسلامی بینکاری کے نقاد علماء کا خیال ہے کہ ایسا فنڈ قائم کرنا اور قسط بر وقت ادا نہ کرنے کی صورت میں خیرات یا صدقہ کے نام پر زبردستی جرمانہ عائد کرنا شریعت کی نظر میں جائز نہیں ہے۔ ان کی نظر میں یہاں پر ایک اصولی واساسی بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ "مدیون" کی طرف سے یہ التزام مدیون پر شرعاً لازم ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہوتا ہے تو کیا دیانۃً لازم ہے یا قضاءً یا دونوں طرح سے؟ التزام تصدق کا ان پہلوؤں سے جائزہ

لینے سے قبل اگر مدیون کی طرف سے عدم ادائیگی کی بابت شریعت اسلامیہ کے عمومی مزاج کو سامنے رکھا جائے تو یہ تنقیح کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ آیا "مدیون" مالی کمزوری اور تنگدستی کی وجہ سے ادائیگی نہیں کر پارہا یا استطاعت ہونے کے باوجود ٹال مٹول کر رہا ہے؟"[15]

لیکن مروجہ اسلامی بینکاری کے نقاد علماء کا خیال ہے کہ ایسا فنڈ قائم کرنا اور قسط بروقت ادا نہ کرنے کی صورت میں خیرات یا صدقہ کے نام پر زبردستی جرمانہ عائد کرنا شریعت کی نظر میں جائز نہیں ہے۔ چنانچہ "مروّجہ اسلامی بینکاری" میں ہے:

> "یہاں پر ایک اصولی و اساسی بات کا سمجھنا ضروری ہے کہ "مدیون" کی طرف سے یہ التزام مدیون پر شرعاً لازم ہوتا ہے یا نہیں؟ اگر لازم ہوتا ہے تو کیا دیانۃً لازم ہے یا قضاءً یا دونوں طرح سے؟ التزام تصدق کا ان پہلوؤں سے جائزہ لینے سے قبل اگر مدیون کی طرف سے عدم ادائیگی کی بابت شریعت اسلامیہ کے عمومی مزاج کو سامنے رکھا جائے تو یہ تنقیح کرنا ضروری ہو جاتا ہے کہ آیا "مدیون" مالی کمزوری اور تنگدستی کی وجہ سے ادائیگی نہیں کر پارہا یا استطاعت ہونے کے باوجود ٹال مٹول کر رہا ہے؟"[16]

یہ بات واضح ہے کہ روایتی بینک کو چھوڑ کر مروجہ اسلامی بینک کے ذریعہ سرمایہ کاری کرنے اور قرض لینے والا مسلمان شریعت اسلامیہ پر عمل کرنے کا شوق رکھتا ہے۔ ایسے مسلمان گاہک کو ضرور تمند اور تنگدست ہونے کی وجہ سے رعایت اور مہلت کا مستحق مسلمان سمجھنا چاہیے۔ "فتاویٰ شامی" میں ہے:

> "اعْلَمْ أَنَّ الصَّدَقَةَ تُسْتَحَبُّ بِفَاضِلٍ عَنْ كِفَايَتِهِ وَكِفَايَةِ مَنْ يَمُونُهُ، وَإِنْ تَصَدَّقَ بِمَا يُنْقِصُ مُؤْنَةَ مَنْ يَمُونُهُ أَثِمَ، وَمَنْ أَرَادَ التَّصَدُّقَ بِمَالِهِ كُلِّهِ وَهُوَ يَعْلَمُ مِنْ نَفْسِهِ حُسْنُ التَّوَكُّلِ وَالصَّبْرِ عَنْ الْمَسْأَلَةِ فَلَهُ ذَلِكَ وَإِلَّا فَلَا يَجُوزُ، وَيُكْرَهُ لِمَنْ لَا صَبْرَ لَهُ عَلَى الضِّيقِ أَنْ يُنْقِصَ نَفَقَةَ نَفْسِهِ عَنْ الْكِفَايَةِ التَّامَّةِ"[17]

> (جان لو کہ اپنی اور اپنے اہل و عیال کی ضرورت سے زائد مال میں سے صدقہ کرنا مستحب ہے، اور اگر صدقہ سے اہل و عیال کی ضرورت کے بقدر مال میں کمی ہو تو یہ صدقہ کرنا گناہ ہے۔ اور اگر اس حال میں اپنا کل مال صدقہ کرتا ہے کہ اسے اپنے نفس کے بارے میں حسنِ توکل اور عدم سوال کا یقین ہے تو ایسا کرنا درست ہے، ورنہ جائز نہیں، اور جو آدمی مالی تنگی پر صبر نہ کر سکتا ہو اسے اپنی کفایتِ تامہ کی مقدار میں سے صدقہ کرنا مکروہ ہے۔)

غور فرمانے کا مقام ہے کہ مقروض، ضرورت مند اور مجبور مسلمان کے لئے اپنے افلاس کی وجہ سے صدقہ کرنے سے فقہاء منع کرتے ہیں، بلکہ اسے کارِ گناہ قرار دیتے ہیں، اور ہمارے بعض لوگ اسے قرضوں کی ادائیگی میں تاخیر کی سزا ہونے کے باوجود صدقہ کہہ رہے ہیں، یہ صدقہ کی انوکھی قسم ہے۔[18]

اسلامی بینکاری کے معترضین نے اس حوالہ سے جو دلائل ذکر کئے وہ ذیل میں دیئے جاتے ہیں۔

"اگر قرضدار مالدار اور قرض ادا کرنے کی استطاعت رکھنے کے باوجود ادائیگی میں جان بوجھ کر تاخیر کا مرتکب ہو تو وہ شریعت کی نظر میں ظالم ہے۔ نبی ؐ کا فرمان ہے: (مَطْلُ الْغَنِيّ ظلم)"[19] مالدار (قرضدار) کا (ادائیگی میں) ٹال مٹول کرنا ظلم ہے" بلکہ شریعت نے اس حوالہ سے قرض خواہ کی رہنمائی بھی کی ہے کہ وہ اس صورت میں کیا کرے۔ نبی پاک ﷺ کا فرمان ہے:

"لَيُّ الْوَاجِدِيُحِلُّ عِرْضَهُ وَ عُقُوبَتَهُ"

یعنی مالدار کا ٹال مٹول کرنا اس کی عزت اور اس پر سزا کو حلال کر دیتا ہے۔[20]

لیکن تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ جرمانہ مالی نہیں لگایا جائے گا، ابن المبارکؒ (متوفی ۱۸۱ھ) اس حدیث کی توضیح میں فرماتے ہیں:

"عزت حلال ہونے سے مراد ہے کہ اس پر سختی کی جائے گی اور اس کی سزا سے مراد ہے کہ اسے قید کر دیا جائے گا۔"[21]

امام ابو بکر الجصاصؒ (متوفی ۳۷۰ھ) فرماتے ہیں:

"والمراد بالعقوبۃ هنا الحبس لان احدا لا يوجب غيره"[22]

(اس حدیث میں سزا سے مراد قید ہے کیونکہ (علماء میں سے) کسی نے بھی اس کے علاوہ کوئی اور سزا واجب نہیں کی۔)

ابن عبد البرؒ (متوفی ۴۶۳ھ)، امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ:

"دور جاہلیت کا سود یہ تھا کہ اگر ایک شخص نے کسی کو قرض دیا ہوتا اور ادائیگی کا وقت آتا تو قرض خواہ، قرضدار سے پوچھتا کہ:

"ادائیگی کرو گے یا سود ادا کرو گے؟ اگر قرض دار اس وقت ادائیگی کر دیتا تو وہ لے لیتا ورنہ اس پر سود لگا دیتا۔"[23]

اسی طرح اس کی حرمت پر اجماع کو ابن المنذرؒ (متوفی ۳۱۹ھ) نے بھی ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

"اجمعوا على ان المسلف اذا شرط على المستسلف زيادة او هدية فاسلف على ذلک: ان اخذ الزيادة على ذلک ربا"[24]

(اس بات پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ جب قرض دینے والا، قرض لینے والے پر یہ شرط لگائے کہ وہ اسے بڑھا کر دے گا، یا کوئی ہدیہ دے گا اور وہ اس شرط پر وہ اسے قرضہ دے تو اس کا یہ زائد رقم لینا سود ہے۔)

التزام تصدق کے قائلین کا کہنا ہے کہ کسی غلطی پر صدقے کا التزام کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اس غلطی کا تعلق حقوق اللہ سے ہو جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ اگر مجھ سے فجر کی جماعت چھوٹ گئی تو میں اتنی رقم صدقہ کروں گا۔

(۲) اس غلطی کا تعلق حقوق العباد سے ہو یعنی اس غلطی کی وجہ سے کسی دوسرے انسان کو نقصان پہنچ سکتا ہو۔ جیسے دو آدمی سفر کریں اور ان میں سے ایک یہ التزام کرے کہ وہ راستے بھر دوسرے ساتھی کو تکلیف نہیں پہنچائے گا، اگر اس نے تکلیف پہنچائی تو اتنی رقم صدقہ کرے گا۔

جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے تو یہ خالصۃً بندے کا اختیاری معاملہ ہے اسے اپنے اوپر التزام کرنے کا اختیار ہے کوئی اور شخص لازمی طور پر اس سے یہ التزام نہیں کرا سکتا۔ جبکہ دوسری قسم میں بعض صورتیں ایسی ہیں جن میں لازمی طور پر التزام کرایا جا سکتا ہے مثلاً زید کی ایک گاڑی ہے وہ اور بکر مل کر اس پر سفر کرنا چاہتے ہیں، بکر کو ڈرائیونگ کا بہت شوق ہے، وہ زید سے کہتا ہے کہ گاڑی میں چلاؤں گا۔ زید کہتا ہے کہ تمہیں اس شرط پر گاڑی چلانے کی اجازت ہے کہ تم اسے پوری احتیاط سے چلاؤ گے بکر وعدہ کرتا ہے، زید مزید احتیاط کے لئے کہتا ہے کہ " تمہیں یہ گاڑی چلانے کی اجازت اس شرط پر ہے کہ تم یہ التزام کرو کہ اگر تم نے کوئی بے احتیاطی کی تو اتنی رقم صدقہ کرو گے " بکر شرط قبول کر کے التزام کر لیتا ہے۔

ظاہر ہے کہ جس طرح زید کے لئے پہلی شرط لگانا جائز ہے اسی طرح دوسری شرط لگانے کی بھی گنجائش ہے کیونکہ دونوں کا مقصد اپنے آپ کو ممکنہ نقصان سے بچانا ہے۔

اس دوسری شرط میں اس اعتبار سے بکر سے لازمی طور پر التزام کرایا گیا ہے کہ اگر وہ زید کی گاڑی استعمال کرنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ التزام کرے کہ بے احتیاطی کرنے کی صورت میں اتنی رقم صدقہ کرے گا۔ لیکن اس اعتبار سے یہ لازمی التزام نہیں کہ بکر کو یہ اختیار ہے کہ وہ شرط قبول نہ کر کے زید کی گاڑی نہ چلائے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں دیکھا جائے تو ادائیگی میں تاخیر کی وجہ سے اسلامی بینک اپنے کلائنٹ سے جرمانہ نہیں لیتا بلکہ در حقیقت یہ وہ صدقہ ہے جو کلائنٹ کے اپنے اوپر التزام کرنے کے نتیجے میں لیا جاتا ہے۔ جب کوئی کلائنٹ اسلامی بینک سے معاہدہ کرتا ہے تو وہ اس وقت یہ التزام کرتا ہے کہ اگر میں نے بروقت ادائیگی نہ کی تو اتنی رقم بینک کے خیراتی فنڈ میں صدقہ کے طور پر دوں گا، گویا اس کا یہ عمل ایسا ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص یوں کہے

کہ اگر مجھ سے فلاں غلطی ہوئی تو میں اتنی رقم صدقہ کروں گا اور اسلامی بینک اس بات کا پابند ہوتا ہے کہ اس رقم کو خیراتی فنڈ میں شامل کر کے اسے صدقہ کے شرعی مصارف پر خرچ کرے۔ بینک اسے اپنی آمدنی کا حصہ نہیں بنا سکتا ۔ لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ اسلامی بینک ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں اپنے کلائنٹ سے جرمانہ لیتا ہے کیونکہ اگر یہ جرمانہ ہوتا تو بینک کی آمدنی کا حصہ بنتا۔

یہ بات تو طے ہے کہ اس صدقہ سے بینک کا کوئی منفعت حاصل کرنا قطعی حرام ہے، جیسا کہ خود مفتی تقی عثمانی صاحب اور دیگر علماء نے واضح کیا ہے[25]اور یہی بات المعاییر الشرعیۃ میں بھی تحریر ہے۔[26]لیکن اگر عملی طور پر بینک کے معاملات کی جانب دیکھا جائے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ اسلامی بینک اس سے اگر مادی نہ سہی معنوی منفعت ضرور حاصل کرتا ہے۔اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ :

یہ صدقہ جہاں خرچ کیا جاتا ہے وہاں بینک ہی کی تشہیر کی جاتی ہے ۔ بہت سی کانفرنسز میں اور ذرائع ابلاغ میں یہ بات ذکر کی جاتی ہے کہ فلاں اسلامی بینک نے اس سال اتنے روپے خیراتی کاموں پر خرچ کئے جس سے بینک کو نیک نامی کی منفعت حاصل ہوتی ہے۔ یہ صدقہ جن اداروں کو دیا جاتا ہے انہیں بھی اس بات کا پابند کیا جاتا ہے کہ وہ اپنا اکاؤنٹ اسی بینک میں کھلوائیں۔ یہ اور اسی قسم کے دیگر مادی و معنوی فوائد ہیں جنہیں اسلامی بینک ان نام نہاد صدقات سے حاصل کرتا ہے یقیناً یہ سوال لائق توجہ ہے کہ کیا یہ منفعت کا حصول اس کے لئے جائز ہے؟

کیا بینک کا بغیر التزام کے صارف سے معاہدے سے انکار کر دینے کو صارف پر صدقہ کے التزام کے حوالہ سے جبر تصور نہیں کیا جائے گا؟ اور کیا کبھی مروّجہ اسلامی بینک نے کسی صارف سے اس صدقہ کے التزام کے بغیر کوئی ایک معاہدہ بھی کیا ہے؟

یہ حقیقت ہے کہ اسلامی بینک بینکنگ مارکیٹ کا ایک حصہ ہے۔ اس کے پاس موجود سرمایہ میں بہت بڑا حصہ ان

> ڈیپازیٹرز کا ہوتا ہے جو اپنی جمع پونجی لا کر بینک کے پاس جمع کراتے ہیں، بینک اس سرمایہ کے ذریعے اپنے کلائنٹس کو فنانس کرتا ہے۔ اگر بینک کلائنٹس کی طرف سے ادائیگی میں تاخیر کا کوئی مؤثر حل اختیار نہ کرے تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ اس کے کلائنٹس ادائیگی میں تاخیر کرتے رہیں۔ اس طرح ہونے کی صورت میں بینک کو متعدد معاشی مسائل پیش آئیں گے بلکہ خود بینک کے دیوالیہ ہونے کا خطرہ پیدا ہو جائے گا۔[27]

اسلام میں قرضوں اور واجبات کی بروقت ادائیگی کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ چنانچہ ہمیں حقیقتاً مشکل میں گھرے ہوئے اور عمداً ادائیگیاں نہ کرنے والوں کے درمیان فرق کرنا ہوگا۔

نتائج تحقیق

۱۔ اسلام میں قرض کا لین دین تعاون باہمی کی ایک جائز اور مشروع صورت ہے۔

۲۔ قرض کی نادہندگی کی صورت میں شریعت نے تنگ دست کے لیے مہلت اور سہولت مہیا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے تاہم بلاوجہ قرض کی نادہندگی کو ظلم قرار دیا ہے۔

۳۔ بلاوجہ قرض کی نادہندگی کا مرتکب اسلامی شریعت کی نظر میں اپنے حق عزت سے محروم ہو جاتا ہے، اس کے سفر پر اور مالی معاملات پر پابندی لگائی جاسکتی ہے تاہم اس سے زائد رقم کی وصولی قرض خواہ کے لیے حرام ہے۔

۴۔ مروج اسلامی بنکاری میں نادہندگی کے انسداد کے لیے قرض دار پر متعین رقم کی ادائیگی بطور صدقہ لازم قرار دی گئی جو بنک کے اثاثہ جات میں شمار نہیں ہو گی اور وہ خیراتی فنڈ میں جمع ہو گی۔

۵۔ اہلِ علم کی ایک معتد بہ جماعت مذکورہ "لازمی صدقہ" سے اختلاف رکھتی ہے۔

۶۔ ناقدین کی رائے میں خیراتی فنڈ کے قیام سے بنک مالی منفعت حاصل نہ کرنے کے باوجود اس سے اپنی نیک نامی (خیراتی کاموں میں تعاون) نیز صدقہ کے مستحق اداروں کو اپنے بنک میں اکاؤنٹس کھولنے کا پابند بنا کر معنوی اور سماجی فوائد حاصل کرتا ہے جو مقاصدِ شریعت کے منافی ہے۔

۷۔ اس معروضی حقیقت سے صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی بنکاری ملکی بنکاری کا حصہ ہونے کے ناطے اس بات کا پابند ہے کہ وہ اپنے کلائنٹس کے مفادات کا تحفظ کرے نیز اپنے آپ کو دیوالیہ ہونے سے محفوظ رکھے۔ قائلین کا یہ موقف معروضی اہمیت رکھتا ہے اس لیے کہ موجودہ مالی نظام کے دائرہ میں خیراتی فنڈ کے قیام کے سوا کوئی تسلی بخش صورت موجود نہیں۔ ان حالات میں اسلامی اصولوں پر مستقل مالی نظام کی تشکیل کے فوری اور موثر اقدامات کی اہمیت بڑھ جاتی ہے کہ یہی درپیش مسائل کا پائیدار حل ہے۔

تجاویز

آخر میں قرض کی نادہندگی اور ادائیگی میں بلاوجہ تاخیر کے انسداد کے حوالہ سے موجودہ طریقہ کار کی بہتری کے لئے چند تجاویز پیش ہیں۔

۱۔ مقروض (بشمول بنک صارف) سے ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں کسی بھی عملی اقدام سے پہلے تنگدست اور مالدار میں فرق ضرور رکھا جائے۔ تنگدست وہ شخص ہے جس کے پاس موجود رقم اس کی اور اس کے خاندان کی کفالت سے زائد نہ ہو۔ ایسا تنگدست شریعت کی نظر میں مہلت کا مستحق ہے، بلکہ اکثر علماء کے نزدیک اسے مہلت دینا واجب ہے، لہذا "لازمی خیرات" کے نظام سے انہیں استثنا حاصل ہونا چاہئے۔

۲۔ اگر مقروض، قرض ادا کرنے کی صلاحیت رکھنے کے باوجود تاخیر کرتا ہے تو اس پر شرعی عدالت کی طرف سے مالی جرمانہ کے علاوہ اور کوئی سزا بھی دی جاسکتی ہے جن کا ذکر احادیث نبویہ کے حوالہ سے مضمون میں کیا گیا ہے۔

۳۔ ایسے معاملہ میں بینک کے لئے یہ بھی جائز ہے کہ وہ صارف پر یہ شرط لگائے کہ ادائیگی کی صلاحیت ہونے کے باوجود تاخیر کی صورت میں اسے باقی ساری اقساط ایک ساتھ ادا کرنی ہوں گی۔

۴۔ اسی طرح بینک ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں بیع فسخ کرنے کا بھی مجاز ہے اور اسے یہ شرعی حق حاصل ہے کہ جو چیز اس نے صارف کو بیچی تھی وہ اس سے واپس لے کر اس کی ادا کردہ رقم لوٹا دے۔

حوالہ جات و حواشی

1- عثمانی، محمد تقی، مفتی، اسلام اور جدید معیشت و تجارت، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۱۱ء، ص: ۱۷۶

2- رفقاء دارالافتاء، جامعۃ العلوم الاسلامیہ، کراچی، مروّجہ اسلامی بینکاری، مکتبہ بینات، کراچی، ۲۰۰۸ء، ص ۲۶۶

3- الاصفہانی، ابی القاسم الحسین بن محمد، المفردات فی غریب القرآن، دار المعرفۃ، بیروت، ص ۴۰۰

4- ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد، المحلی فی شرح المجلی، مسئلہ: ۱۱۹۰، بیت الافکار الدولیۃ، ریاض، ص ۱۰۳۴

5- سورۃ البقرۃ: ۲۸۰

6- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحوالات، باب إذا أحال علی ملی فلیس لہ رد، حدیث نمبر: ۲۲۸۸، دار طوق النجاۃ، ۱۴۲۲ھ، ج ۳، ص ۹۴

7- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الاستقراض، باب لصاحب الحق مقال، حدیث: ۲۴۰۰، ج ۳، ص ۱۱۸

8- العسقلانی، ابن حجر، احمد بن علی، فتح الباری، عبدالقادر، شیبۃ الحمد، ریاض، ۲۰۰۱ء، ج ۵، ص ۷۶

9- ابن قدامہ، المغنی، مکتبۃ القاہرہ، ج ۴، ص ۵۰۳، ۵۰۴

10- ابوالقاسم عمر بن الحسین الخرقی۔ امام احمد کے شاگرد المروزی اور ان کے دو صاحبزادوں صالح اور عبداللہ کے شاگرد ہیں۔ علامہ ابن قدامہ نے انہی کی کتاب المختصر کی شرح المغنی کے نام سے تالیف کی ہے۔ ۳۳۴ھ میں وفات پائی۔ (مقدمۃ التحقیق للمغنی، ص: ۶۔۷، دار عالم الکتب، الریاض)

11- ابن قدامہ، المغنی، ج ۴، ص ۵۰۵

12- الحاکم، المستدرک علی الصحیحین، کتاب الاحکام، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۹۹۰ء، ج ۴، ص ۱۱۳

13- البخاری، الجامع الصحیح، حدیث: ۱۴۲۵، ج ۲، ص ۱۱۲

14- عثمانی، غیر سودی بینکاری، ص ۱۷۷، ۱۷۶

15- رفقاء دارالافتاء جامعۃ العلوم الاسلامیۃ، کراچی، مروجہ اسلامی بینکاری، مکتبہ بینات، کراچی، ص ۲۶۵

16- مروجہ اسلامی بینکاری، ص ۲۶۵

17- شامی، محمد امین ابن عابدین، رد المحتار علی الدر المختار، کتاب الزکاۃ، باب صدقۃ الفطر، دار الفکر، بیروت،

۱۹۹۲ء، ج۲، ص۳۵۷

18- مروجہ اسلامی بینکاری، ص۲٦۷

19- البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الحوالات، باب الحوالۃ وھل یرجع فی الحوالۃ

20- ابی داؤد، السنن، کتاب الاقضیۃ، باب فی الحبس فی الدین وغیرہ،

21- ابوداؤد، السنن، حدیث نمبر ۳٦۲۸، ایضاً

22- الجصاص، ابی بکر احمد بن علی الرازی، احکام القرآن، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۲ء، ج۲، ص۱۹٦

23- ابن عبدالبر، الحافظ ابی عمر یوسف بن عبداللہ، الاندلسی، الاستذکار، دار القتیبۃ للطباعۃ والنشر، دمشق، ج۲۰، ص۲۵۹

24- ابن قدامۃ المغنی، ج۴، ص۳۵۴

25- عثمانی، محمد تقی، غیر سودی بینکاری، ص۲۸۱

26- المعاییر الشرعیۃ، ۲۰۱۰ء، معیار ۱/۲، ص۲٦

27- صمدانی، اعجاز احمد، ڈاکٹر، اسلامی بینکوں میں رائج مرابحہ کا طریق کار، ادارہ اسلامیات کراچی، ۲۰۰٦ء، ص۱۱۵۔۱۲۰